QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue **No:** 04 (2025)

معلم و متعلم کے تعلقات میں احترام، اعتماد اور نرم روی کی تشکیل: ایک نفسیاتی و تربیتی مطالعہ

FORMATION OF RESPECT, TRUST, AND GENTLENESS IN TEACHER–STUDENT RELATIONSHIPS: A PSYCHOLOGICAL AND EDUCATIONAL STUDY

1. Aima Syed
MS Student, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: aimasyed96@gmail.com
2. Dr. Sidra Rasool
Lecturer, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: sidra.rasool@lcwu.edu.pk

Abstract

The teacher–student relationship is an important part of education and plays a big role in the development of human personality. Islamic teachings give great importance to this relationship and highlight respect, trust, kindness, and gentleness as basic parts of good teaching. This article looks at these values in the teacher–student relationship in the light of Islamic teachings and modern educational psychology. It is based on the Qur'an, Hadith, classical Muslim scholars, and modern thinkers such as Thorndike, Freire, Parker J. Palmer, and Seifert and Sutton. The study shows that a good and trust-based relationship between teacher and student helps in better learning as well as in moral and character development. On the other hand, arrogance, harsh behaviour, and lack of consistency make the learning environment weak. Kindness, humility, and good communication help create a better learning environment. The study concludes that many problems in education today can be solved by following Islamic principles of education, the teaching style of the Prophet Muhammad (ﷺ), and moral values. Therefore, respect, kindness, and gentleness should be an important part of teaching and learning.

Keywords: *Teacher–Student Relationship, Respect, Trust, Kindness, Gentleness, Education, Islamic Teachings, Moral Development.*

1. تعارف

معلم و متعلم کا تعلق انسانی تہذیب کی سب سے پاکیزہ کڑی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس رشتے کو انبیاء علیہم السلام کی میراث کے تسلسل کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ معلم اور متعلم کے درمیان احترام، اعتماد اور نرم روی کا رشتہ کس طرح تعلیمی عمل کو ثمر آور بناتا ہے۔ قرآن و سنت، کلاسیکی اسلامی علمی روایت اور جدید تعلیمی نفسیات کی روشنی میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ جب یہ تعلق محبت، خیر خواہی اور نرم گفتاری پر استوار ہو تو علم دلوں میں اترتا ہے اور کردار سنورتا ہے۔ عصرِ حاضر میں اس تعلق کے زوال کی وجوہات اور ان کے تدارک پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ معلم و متعلم کا رشتہ وہ مقدس تعلق ہے جو نسل در نسل علم، اخلاق اور کردار کی امانت منتقل کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعارف بطورِ معلم کروا کر اس منصب کو ابدی وقار عطا فرمایا۔ اسلام نے اس رشتے کو محض استاد اور شاگرد کا دنیاوی تعلق نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی میراث کا تسلسل قرار دیا ہے۔ جب یہ تعلق محبت، نرم گفتگو اور خیر خواہی پر استوار ہو تو تعلیمی عمل ثمر آور ہوتا ہے، اور جب اس میں سختی، تکبر اور بے رخی آ جائے تو نہ علم دل میں اترتا ہے اور نہ کردار سنورتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾"[1]

پس اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے ساتھ نرم رہے، اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

یہ آیتِ کریمہ اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ نرم روی اور محبت ہی وہ بنیاد ہے جس پر معلم و متعلم کا مثالی تعلق قائم ہوتا ہے۔

2. علم کی اسلامی اساس اور تعلیم و تعلم کی فضیلت

اسلام میں علم کو ہر تہذیب کے تحفظ کا پہلا ذریعہ اور کلیدی مقام حاصل ہے۔ جس طرح اسلام دینِ ہدایت ہے، اسی طرح اسے بجا طور پر علم کا دین بھی کہا جا سکتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی، اسی نے علم کی اہمیت کو واضح اور اجاگر کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> "﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾"۔[2]
>
> (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا، انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب بڑا اعزیز و مکرم ہے جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)

غور کریں کہ پہلی وحی میں علم کے تعلق سے کتنی بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں، اس میں پڑھنے کا حکم دیا گیا اور علم کی بنیاد معرفت الٰہی کو قرار دیا گیا۔ یعنی اپنے رب کے نام سے اور اس کے حکم کے مطابق پڑھیے، کیونکہ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور وہی انسان کو ہدایت دینے والا ہے، لہٰذا انسان کا اس کے ساتھ تعلق مضبوط ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ اسلام میں علم صرف معلومات کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ معرفت الٰہی ہے اور یہی وہ تصور ہے جو معلم و متعلم کے تعلق کی حقیقی روح کو بیان کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"[3] (علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد / عورت) پر فرض ہے)۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ علم اسلام میں ایک ذاتی اختیار نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے، اور جہاں فریضہ ہو وہاں معلم کا کردار محض پیشہ ورانہ نہیں بلکہ مذہبی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر معلم و متعلم کے مابین احترام و اعتماد کا وہ تعلق قائم ہوتا ہے جو نرم روی اور اخلاص کے بغیر ممکن نہیں۔

3. معلم کا وقار، آداب اور شاگرد سے احترام کا تعلق

3۔1 معلم کا ظاہری وقار اور تحفۂ وصیت

معلم کا ظاہری وقار اور شخصیت کا رکھ رکھاؤ تعلیمی تعلق کی اولین بنیاد ہے۔ علم اور اہلِ علم کا احترام معاشرے میں اسی وقت قائم رہتا ہے جب معلم خود اپنی عزت کا پاسبان ہو۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اصحاب کو نصیحت کے طور پر فرمایا: "اپنے دستاروں کو بڑا کرو اور آستینوں کو کشادہ کرو، کیونکہ یہ اس لیے ضروری ہے کہ علم اور اہلِ علم کو لوگ حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں"۔[4] اسی طرح اہلِ علم کو چاہیے کہ غیر ضروری لالچ یا ذاتی مفاد کی خاطر خود کو کم تر ثابت نہ کریں اور ایسے ہر کام سے پرہیز کریں جس میں علم یا اہلِ علم کی بے عزتی کا پہلو پایا جاتا ہو۔[5]

3۔2 متعلم کی نیت اور یکسوئی

معلم اور متعلم کے رشتے میں حقیقی خلوص تبھی ممکن ہے جب متعلم کی نیت دنیاوی جاہ و جلال کے بجائے اللہ کی رضا اور جہالت سے نجات حاصل کرنا ہو۔ "علامہ زرنوجی لکھتے ہیں کہ خسران اور نقصان ہو اس طالب علم کے لیے جو بندوں سے فضل اور شرف حاصل کرنے کی نیت سے علم حاصل کرے، البتہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور حق کو جاری کرنے کے لیے جاہ و مرتبہ حاصل کرنا اس حد تک جائز ہو سکتا ہے جس سے یہ فرائض ادا ہو سکیں"۔[6] نیت کی درستی صرف ایک اخلاقی تقاضا نہیں بلکہ تعلیمی تعلق کی نفسیاتی بنیاد ہے۔ جب متعلم کی نیت خالص ہو اور معلم کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہو، تو ان دونوں کے مابین وہ اعتماد پیدا ہوتا ہے جو نہ پیسوں سے خریدا اور نہ زبردستی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

4. معلم کا روحانی و نفسیاتی مقام

تعلیم و تعلم ہی انسان کی شخصیت کا نمایاں وصف اور اس کی امتیازی خصوصیت ہے۔ علم انسان میں شعور، فہم اور آگاہی پیدا کرتا ہے، اسے زمین کی پستیوں اور حیوانی خواہشات کے غلبے سے نکال کر بلند اخلاقی اقدار اور مثبت انسانی صفات سے آراستہ کرتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں کیا خوب کہا ہے:

> **"فالإنسان إنسان بما هو شريف لأجله، وليس ذلك بقوة شخصه، فإن الجمل أقوى منه، ولا بعظمه، فإن الفيل أعظم منه"**[7]
>
> (انسان اپنی اسی خصوصیت و شناخت کی وجہ سے انسان ہے جو اس کا معیارِ شرافت ہے)

اور اسلام نے علم پر جو فضائل اور اہلِ علم کا جو مقام و مرتبہ بیان کیا ہے، کسی تعارف کا محتاج نہیں، اسلام نے علم کی عظمت اور اشاعتِ علم کے فضائل کو تعلیم و تعلم کی اہمیت کے ضمن میں متعدد جگہ تفصیل اور اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے۔[8] حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"جو شخص علم کی راہ میں نکلے اللہ اس کے لیے راستہ آسان کر دیتا ہے، فرشتے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں، تمام مخلوق اس کے لیے دعا کرتی ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں"[9]

4۔1 استاد کی روحانی حیثیت

حقوق العباد میں والدین کے بعد سب سے اہم حقوق استاد کے ہیں، کیونکہ استاد روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے۔ والدین جسمانی پرورش کرتے ہیں جبکہ استاد تعلیم و تربیت کے ذریعے شاگرد کو خیر و شر، حق و باطل اور سچ و جھوٹ سے آگاہ کرتا ہے، اللہ سے روشناس کرتا ہے اور اس کے دل و دماغ کو روشن و منور کرتا ہے۔ استاد انسان کو خود غرضی سے نکال کر حلم، صبر، قناعت، ہمدردی اور بردباری جیسے اوصاف سے مزین کرتا ہے۔ استاد کا یہ روحانی مقام اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے جب وہ اپنے شاگردوں سے والدین جیسی شفقت رکھے اور اپنی گفتگو میں نرم روی کو اپنا شعار بنائے، کیونکہ سخت لہجے سے روحانی تعلق نہیں بنتا۔[10] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:"إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ"[11] (میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے باپ بیٹے کے لیے ہوتا ہے) امام غزالی رحمہ اللہ نے اس شفقت کی غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:" اس شفقت سے مقصد یہ ہو کہ شاگرد کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے، اور یہ مقصد دنیا کے ماں باپ کی شفقت سے بڑھ کر ہے کیونکہ والدین تو اولاد کو دنیا کی تکلیفوں سے بچاتے ہیں مگر استاد اسے آخرت کی دائمی آگ سے بچاتا ہے"۔[12]

استاد کا یہ روحانی مقام اسے محض معلومات کے منتقل کرنے والے فرد سے کہیں بلند مرتبہ عطا کرتا ہے جب معلم کی نیت فکر آخرت اور شاگرد کی روحانی و اخلاقی رہنمائی ہو تو یہ تعلق خود بخود نرم روی محبت اور باہمی احترام پر قائم ہو جاتا ہے کیونکہ سخت لہجہ اور تکبر اس مقدس ذمہ داری کی منافی ہیں

4۔2 معلم بحیثیت مربی اور آئیڈیل استاد کا نفسیاتی نقشہ

استاد صرف ایک معلم نہیں بلکہ ایک رہبر بھی ہے، وہ طلبہ کے ذہنوں میں اخوت، بہادری، غیرت، جفاکشی، رواداری، محبت اور بھائی چارے جیسے اعلیٰ اوصاف کے بیج بوتا ہے۔ آئیڈیل استاد جب گفتگو کرتا ہے تو اس کے منہ سے الفاظ موتیوں اور پھولوں کی طرح دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ استاد نہ صرف عفو و درگزر کی ایک عملی تصویر ہے بلکہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لیے صالح اور ذمہ دار افراد تیار کرتا ہے۔[13] اس تصویر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ایک آئیڈیل استاد وہی ہے جس کا اندازِ گفتگو، رویہ اور کردار سب نرم روی اور حسن اخلاق کا عملی نمونہ ہو اور یہی وہ نمونہ ہے جو معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پیش کیا۔

5. معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور نبوی نظامِ تربیت

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف الفاظ کی تعلیم نہیں بلکہ نظامِ زندگی کا قیام تھا۔ ہدایت سے مراد رہنمائی اور counselling ہے۔ یہ تربیت اور مشاورت کا ایک پورا نظام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ان گھڑ، جاہل اور منتشر لوگوں کو، جو ننگے ہو کر طواف کرتے، تالیاں اور سیٹیاں بجا کر عبادت کرتے اور معمولی باتوں پر قتل و غارت کرتے تھے، ہدایت، رہنمائی اور مشاورت کے ذریعے ایک مہذب اور باکردار امت بنا دیا۔"[14] ان لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ نے ایسا رسول بھیجا اور پھر کیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت کی، وہ صحابہ کرامؓ جو پہلے بدترین حالت میں تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے نتیجے میں انتہائی رحم دل اور آپس میں شفیق بن گئے تھے۔ رب العزت نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے:

"﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾"[15]

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں کے لیے سخت ہیں اور آپس میں شفیق اور مہربان ہیں)

نبوی تربیت کا یہ نتیجہ اس بات کی زندہ دلیل ہے کہ شفقت و نرم روی پر مبنی تعلیم انسان کے اندر سے شدت اور سختی کو ختم کر کے محبت اور رحمت پیدا کر دیتی ہے، یہی اسلامی تعلیمی فلسفے کا مرکز ہے۔[16]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے بارے میں ارشاد ہے:

"﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾"[17]

(بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے)

آج کے معلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی پیروی کرنا لازمی ہے۔ چونکہ معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ ہی اس منصب کے لیے روح۔ مقصد جسمانی زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنی پھول کے لیے خوشبو اور انسان کے لیے پانی، انسان ذاتی خواہشات کی تکمیل کرتے کرتے درجۂ حیوان پر آجاتا ہے۔[18]

6. نرم روی اور احترام: تعلیمی تعلق کی اصل روح

6۔1 رعب کا غلط تصور اور نرم روی کے نفسیاتی فوائد

بعض اساتذہ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ ان کا رعب اور دبدبہ اسی وقت قائم ہو گا جب وہ طلبہ سے سخت لہجے میں بات کریں یا ان کے سوالات کو نظر انداز کر دیں۔ تاہم ایسا استاد، خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، طلبہ کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتا۔ اس کے برعکس جو استاد طلبہ کے ساتھ شفقت اور محبت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور ان کی مشکلات کے حل میں معاونت کرتا ہے، طلبہ اس سے جلد مانوس ہو جائیں گے۔ یہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ شفقت اور نرمی سے جو تعلق قائم ہوتا ہے وہ سختی سے کبھی نہیں بنتا۔[19] حقیقت یہ ہے کہ معلم کا نرم اور شفقت آمیز رویہ ہی طلبہ کو پڑھائی میں دلچسپی لینے پر مجبور کرتا ہے۔

6۔2 امام شافعی کی تاریخی و تربیتی نصیحت

"عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹوں کے استاد عبد الصمد کو امام شافعی رحمہ اللہ نے نصیحت فرمائی کہ ان کی تعلیم و تربیت سے پہلے اپنے حالات کی اصلاح کرو کیونکہ ان کی لگام تمہارے منہ کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ خیر وہ ہے جسے تم خیر بتاؤ گے۔ فرائض سکھاؤ مگر جبر نہ کرنا ورنہ یہ تنگ آجائیں گے، نہ زیادہ نرمی کرنا ورنہ یہ چھوڑ بیٹھیں گے اور زور زور سے مت چیخو شور سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔"[20] امام شافعی کی یہ نصیحت آج کے تعلیمی ماحول کے لیے مکمل راہنمائی کا درجہ رکھتی ہے۔ نہ حد سے زیادہ سختی اور نہ حد سے زیادہ نرمی، بلکہ توازن، محبت اور حکمت کے ساتھ تعلیم دینا ہی وہ اصل منہج ہے جو تعلیمی عمل کو مؤثر بناتا ہے۔

7. متعلم کے آداب اور استاد کے ساتھ احترام کا اسلوب

شاگرد کو چاہیے کہ استاد کی موجودگی میں عاجزی وانکساری اختیار کرے، معاندانہ یا فضول سوالات سے اجتناب کرے بلکہ مفید طلب بات پوچھے، اسے استاد کی ناراضگی کا سبب نہیں بننا چاہیے اور ہمیشہ استاد کے اسباق و اقوال پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور اس کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھنا چاہیے۔[21] صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بطورِ استاد کی انتہائی تعظیم اور بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کے پاس بلند آواز سے بات نہیں کرتے تھے۔ ایک شخص حضرت ثابت بن قیسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے پکارا اور ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی:

"﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾"[22]

(یقیناً جو لوگ آپ کو دیواروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں اکثر لاعقل ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف نکل کر آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا)۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس باب میں لکھا ہے: "طالب علم کو چاہیے کہ استاد کی رہنمائی میں اپنے نفس کو بالکل سونپ دے اور اس کی نصیحت کو اس طرح قبول کرے جیسے ایک جاہل مریض شفیق اور حاذق طبیب کی نصیحت قبول کرتا ہے، اور اس کی تعظیم میں مبالغہ کرے اور اس کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھے"۔[23]

8. غصے پر قابو، عفو و درگزر اور تواضع: تعلیمی تعلق کا نفسیاتی توازن

8۔1 غصے پر قابو

معلم و متعلم کے تعلق میں نرم روی کا لازمی تقاضا غصے پر قابو ہے۔ قرآن و سیرتِ نبوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شدید غصے کی حالت میں اس حالت میں بھی معاف کر دینا سب سے افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، غصے کی حالت میں پانی پی لینے سے بھی غصہ کم ہو جاتا ہے۔[24] اللہ تعالیٰ نے غصے پر قابو پانے والوں کو اپنا محبوب قرار دیا: "﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾"[25] (اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) قرآن کریم نے گفتگو کے آداب کو اسلامی معاشرت کی بنیاد اور فریضے کے طور پر بیان کیا ہے:

"﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾"[26]

(اور نہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایمان کے بعد برا نام رکھ کر پکارو)

"﴿لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾" (اللہ کو پسند نہیں آتا برائی کا کھلا کہنا، رگر جس پر ظلم ہو)[27] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيْءِ"[28] (مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے) "الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ"[29] (اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے) قرآن وحدیث کے یہ احکام جہاں عمومی زندگی کے لیے راہنما ہیں، وہیں تعلیمی ماحول میں ان کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے، کیونکہ معلم کا ہر لفظ شاگرد کے دل پر نقش جاتا ہے، اور اگر یہ لفظ تخت ہو تو نقش بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ عفو و درگزر کے موضوع پر قرآن کریم نے متعدد آیات میں اس وصف کو بیان فرمایا ہے: "﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾"[30] (اور تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے) "﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾"[31] (جو غصہ کو دباتے ہیں اور جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیکوکار لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں)۔

8-2 تکبر کی نفی اور تواضع کی ضرورت

تکبر اور آمرانہ رویہ تعلیمی تعلق کو برباد کر دیتا ہے۔ متکبر شخص یہ خیال کرتا ہے کہ دیگر تمام لوگ اس سے گھٹیا ہیں اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ دینِ اسلام میں تکبر کی سخت ترین ممانعت آئی ہے۔[32] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًاۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾"۔[33] (اور زمین میں اتراتا نہ چل، بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا) اسی طرح اللہ کو متکبر لوگ پسند نہیں آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"[34]

(وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو)

امام غزالی نے اس سلسلے میں بتایا ہے کہ: "بعض اہلِ علم اپنی علمی قابلیت کو برتری اور فخر کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور طلبہ کو محض تابع و خدمت گزار سمجھتے ہیں۔ ایسا طرزِ عمل اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علم کو ہدایت کی بجائے شہرت اور اقتدار کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ ایک حقیقی معلم کی پہچان انکساری، شفقت اور حسنِ اخلاق سے ہوتی ہے"۔[35]

"معلم کو چاہیے کہ وہ درس دیتے وقت وقار، سکون اور تواضع کی صفت پر قائم رہے۔ معلم کو اپنے درس میں کن آداب کا خیال رکھنا چاہیے؟ اس حال میں وہ خوفِ خدا، یکسوئی حواس اور بیداری شعور کے ساتھ موصوف رہے، کیونکہ معلم کو اپنے علم، اعمال، اقوال اور افعال میں خوفِ خدا کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ نیز اسے چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھے اور ان صلاحیتوں اور اوصاف کی نگرانی کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت فرمائے ہیں"۔[36]

9. معلم کے اخلاقی فضائل: اعتماد کی بنیاد

ایک عالم کے آداب میں یہ شامل ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آئے، خندہ پیشانی اختیار کرے، سلام کو عام کرے، غصے پر قابو رکھے، دوسروں کو اذیت نہ دے، انصاف اور نرمی کو اپنا شعار بنائے اور وہ طلبہ کے ساتھ شفقت تو مہربانی کا رویہ رکھے۔ اگر کسی میں دینی یا اخلاقی کمزوری پائے تو سختی کے بجائے محبت اور حکمت سے اس کے اصلاح کرے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیشاب کرنے والے دیہاتی اور حضرت معاویہ بن الحکم کے ساتھ نہایت شفقت و نرمی کا معاملہ فرمایا۔[37]

یہ اخلاقی فضائل دراصل نرم روی کے ہی مختلف رنگ ہیں، خندہ پیشانی، صبر، نرمی اور طلبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ سب اسی ایک اصول کی شاخیں ہیں جسے اسلام نے معلم کا لازمی وصف قرار دیا ہے۔

9-1 اخلاقِ حسنہ کی جامع فہرست:

اخلاق فاضلہ یہ ہیں: "توبہ پر دوام، اللہ پر یقین، اخلاص، تقویٰ، صبر، رضا، قناعت، ہمت، اللہ پر توکل اور بھروسہ، حسنِ ظن، درگزر کرنا، اللہ تعالیٰ کی محبت، خلوصِ نیت، احسان مندی، شکرانِ نعمت، مخلوقِ خدا پر شفقت، اللہ تعالیٰ سے حیاء و شرم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام محاسن کی جامع ہے اور یہ محبتِ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوتی ہے"۔[38]

یہ اخلاقی فضائل محض ذاتی اوصاف نہیں بلکہ یہ معاشرتی تعلقات کی بنیاد بھی ہے، جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے واضح ہوتا ہے۔ خوش اخلاقی معاشرے میں مقبولیت کا سبب بنتی ہے، جبکہ بدزبان شخص کو لوگ پسند نہیں کرتے۔ کوئی اس کی دوستی کا خواہش مند نہیں ہوتا، نہ ہی لوگ اس سے معاملات کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خوش اخلاق شخص لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دوسروں سے خوش اسلوبی کے ساتھ گفتگو کرنے اور حسنِ سلوک اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔[39]

10. رحیمانہ محبت کا نفسیاتی کردار اور بچوں کی فطرت

اللہ تعالیٰ نے بچے کے اندر سیکھنے کی صلاحیت اور تربیت قبول کرنے کی استعداد ودیعت کی ہے، جو آنے والے وقت میں اس میں موجود رہتی ہے، کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں پوشیدہ خداداد صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔[40] یہ فطری صلاحیتیں اسی وقت پھل لاتی ہیں جب معلم و متعلم کا تعلق رحمت اور نرم روی پر قائم ہو۔ کیونکہ رحمت کا جذبہ ہی وہ آبِ حیات ہے جس سے ان صلاحیتوں کا بیج پروان چڑھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ"[41]

(ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ بچہ اصلاً پاک فطرت لے کر آتا ہے، اس کی تشکیل میں والدین اور معلم کا کردار فیصلہ کن ہے۔ جب معلم اس فطرت کو رحمت اور محبت سے نکھارے تو بچے کی پوشیدہ صلاحیتیں بھرپور طریقے سے اجاگر ہوتی ہیں۔ رحمت کا جذبہ خود غرضانہ محبت کو ایثار اور فیاضی پر مبنی محبت میں بدل دیتا ہے۔ ایک رحیمانہ محبت کرنے والا اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور دوسروں کو ترجیح ہے۔ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان دوسروں کی کمزوریوں پر درگزر کرے، غلطیاں معاف کرے اور اپنے دل میں غصے اور انتقام کے جذبات کو جگہ نہ دے۔[42]

11. اسلاف کرام کا نمونہ: شفقت و محبت کے گہرے اثرات

رحمت اور شفقت کا یہ جذبہ اسلامی تاریخ میں صرف نظریہ نہیں رہا بلکہ اسلاف کرام نے اسے عملاً اپنایا اور اسی کے ذریعے اپنے شاگردوں کو عظیم بنایا۔ انہوں نے تعلیم و تربیت، تفہیم و تشریح اور صلاحیت سازی کے لیے اپنے شاگردوں سے والدین جیسی محبت رکھتے تھے۔ اہلِ علم، فقیہ اور شیخ کی کامیابی میں خاندان، محنت، شفقت، محبت اور توجہات کا اہم کردار رہا ہے۔ اسلاف اپنے طلبہ کی تربیت، مادی و معنوی پرورش اور ان کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے اولاد جیسی دل سوزی اور غیر معمولی ہمدردی کا ظہار کرتے تھے۔[43]

12. نظامِ تعلیم میں کردار کی اہمیت اور قولِ فعل کا تضاد

12ـ1 نصاب سے زیادہ استاد کے کردار کی اہمیت

نظامِ تعلیم میں نصاب سے زیادہ استاد کے کردار اور سیرت کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ فاسد العقیدہ اور بداخلاق استاد مطلوبہ ذہنی و اخلاقی تربیت فراہم نہیں کر سکتے۔ جب نظامِ تعلیم نااہل اور بگڑے ہوئے افراد کے ہاتھ میں ہو تو وہ نہ صرف موجودہ بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی تباہ کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں اصلاح و فلاح کی امید باقی نہیں رہتی۔[44]

12ـ2 قول و فعل کا تضاد اور اس کے نفسیاتی نقصانات

تعلیمی ماحول میں قول اور فعل کا تضاد بھی بگاڑ کی ایک اہم وجہ ہے۔ ایک طرف طالب علم کو نماز کی فرضیت سکھائی جاتی ہے، مگر دوسری طرف عملی رویے سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اس فرض کی ادائیگی میں کوئی خاص مضائقہ نہیں۔ اس طرح روزانہ منافقت اور کمزور کردار کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں ملامت فرد کو نہیں بلکہ اس پورے نظامِ تعلیم کو کرنی چاہیے۔[45] قول و فعل کا یہ تضاد دراصل اس نرم روی کی نفی ہے جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے۔ نرم روی کا تقاضا ہے کہ معلم وہ کرے جو کہے اور کہے وہ جو کرے، کیونکہ شاگرد الفاظ سے زیادہ رویے سے سیکھتا ہے۔

"﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾"[46]

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

تعلیمی ادارے میں معرفتِ الٰہی کی اساس بھی اسی حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ علم صرف معلومات کا حصول نہیں بلکہ اپنے رب کے نام سے پڑھنا ہے: "﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾"[47] (پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا)

13. عصرِ حاضر میں تعلق کا زوال اور مادی ذہنیت کا اثر

آج کے پر فتن دور میں استاد اور شاگرد کا پاکیزہ رشتہ حد درجہ متاثر ہوا ہے۔ اب نہ شاگردوں کے دلوں میں اساتذہ کی وہ عزت باقی رہی اور نہ اساتذہ میں خلوص اور دیانت داری کا وہ جوہر باقی رہا جو انہیں طلبہ کی کردار سازی کے لیے بے تاب رکھتا تھا۔[48]

یہ رشتہ جو محبت و تعظیم کا رشتہ تھا، کاروباری سطح پر آ گیا ہے۔ شاگرد کی منطق یہ ہے کہ میں فیس ادا کرتا ہوں اس لیے استاد کا مرہونِ منت نہیں ہوں، اور استاد یہ سمجھتا ہے کہ مجھے تنخواہ کے عوض اتنے گھنٹے کام کرنا ہے۔[49] "امام غزالی نے اس خرابی کی ایک مثال نقل کی ہے کہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو غمگین دیکھ کر جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ہمیں دنیاداروں کے لیے تجارت گاہ بنا دیا گیا ہے، کوئی دنیادار آتا ہے اور جب علم سیکھ لیتا ہے تو قاضی، گورنر یا منشی بنا دیا جاتا ہے۔"[50] یہ مادی زوال صرف رویوں کا زوال نہیں بلکہ پورے تعلیمی نظام کے اخلاقی بحران کا نتیجہ ہے، جس کا علاج اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع اور اخلاصِ نیت ہے۔

14. جدید تعلیمی نفسیات اور اسلامی تعلیمات کا امتزاج

14-1 معلم کا نفسیاتی اثر

علم انسانیت کا زیور اور اس کا مابہ الامتیاز ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں کہا ہے: "**فالإنسان إنسان بما هو شريف لأجله**"[51] (انسان اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے انسان ہے جو اس کا معیارِ شرافت ہے) اور جب یہ علم ایک مشفق معلم کے ہاتھوں منتقل ہو تو اس کا اثر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

14-2 وائگوٹسکی کا نفسیاتی نظریہ

ماہرِ نفسیات لیو وائگوٹسکی (۱۹۷۸ء) کے مطابق، ایک نو آموز شاگرد کی سوچ اور فہم استاد کے ساتھ قائم ہونے والے گہرے تعلق سے براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ جب معلم اور متعلم کے درمیان احترام و اعتماد کا مضبوط رشتہ قائم ہوتا ہے تو طالب علم اکیلے سیکھنے کے مقابلے میں استاد کی رہنمائی میں زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس کی فکری صلاحیتیں تیزی سے پروان چڑھتی ہیں۔[52]

14-3 ثورنڈائک کا نفسیاتی قانون

ثورنڈائک (۱۹۱۳ء) کے مطابق طالب علم کی ذہانت، کردار یا مہارت کا ہر پہلو دراصل کسی خاص صورتحال پر ایک مخصوص انداز میں ردِ عمل دینے کا نام ہے۔ یہ ایک عام نفسیاتی قانون ہے کہ تعلیمی ماحول میں جب استاد شاگرد کو احترام اور اعتماد کی صورتحال فراہم کرتا ہے تو شاگرد کا قدرتی ردِ عمل بھی محبت اور فرمانبرداری کی شکل میں سامنے آتا ہے۔[53]

14-4 فریئرے کا مکالماتی نظریہ

پاولو فریئرے (۱۹۷۰ء) کے مطابق سچے مکالمے کے ذریعے روایتی تعلیمی نظام کا وہ تضاد ختم ہو جاتا ہے جہاں ایک صرف 'استاد' اور دوسرا صرف 'شاگرد' ہوتا ہے۔ استاد محض وہ فرد نہیں رہتا جو صرف علم بانٹتا ہے، بلکہ وہ شاگردوں کے ساتھ فکری گفتگو کے دوران خود بھی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس طریقہ کار میں آمرانہ رعب کی بنیاد پر دی گئی دلیلیں اپنی اہمیت کھو دیتی ہیں کیونکہ احترام اور اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے استاد کا اثر و رسوخ شاگرد کی آزادی اور عزتِ نفس کے حق میں ہونا چاہیے۔[54]

14-5 پامر کا نظریہ: تعلق کی صلاحیت

پارکر پامر (۱۹۹۸ء) کے مطابق بہترین اساتذہ اپنے اندر طلبہ کے ساتھ جڑنے کی گہری صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے موضوع اور اپنے شاگردوں کے مابین تعلقات کا ایک ایسا خوبصورت تانا بانا بناتے ہیں جس سے شاگرد مادی دنیا میں خود کو سنوارنا اور آگے بڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔[55]

جدید تعلیمی نفسیات کے یہ تمام نظریات اس بات پر متفق ہیں کہ احترام و اعتماد کا تعلق ہی تعلیمی کامیابی کی بنیاد ہے، جو چودہ سو سال قبل اسلامی تعلیمات کا مرکزی پیغام تھا۔ یہ اتفاقِ رائے اسلامی تعلیمی فلسفے کی آفاقیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گویا مشرق و مغرب کے علماء اور ماہرینِ نفسیات اس ایک نقطے پر متحد ہیں کہ معلم و متعلم کا تعلق جب نرمی، احترام اور اعتماد پر قائم ہو تو علم محض معلومات نہیں بلکہ کردار کی تعمیر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

15۔ معلم کا کائناتی وقار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، تمام اہلِ آسمان اور تمام اہلِ زمین، حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بِل میں اور مچھلی، لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔[56] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مُعَلِّمُ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْبَحْرِ"[57]

(بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے ہر چیز بخشش کی دعائیں کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں بھی)

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ معلم کا مقام صرف کلاس روم تک محدود نہیں بلکہ اس کی نیک نیتی اور شفقت بھری تعلیم پوری کائنات میں اس کے لیے دعاؤں کا سبب بنتی ہے، یہ وہ انعام ہے جو نرم روی اور خیر خواہی کے عوض ملتا ہے۔

16۔ نتائج

اس تحقیق کے نتیجے میں درجِ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

اول: معلم و متعلم کے تعلق کی اصل روح احترام، اعتماد اور نرم روی ہے جو قرآن و سنت اور جدید تعلیمی نفسیات دونوں کا متفقہ نکتہ ہے۔

دوم: تکبر، آمرانہ رویہ اور غصہ تعلیمی تعلق کے سب سے بڑے دشمن ہیں جبکہ شفقت، تواضع اور نرم گفتگو اس تعلق کی روح ہیں۔

سوم: معلم کے کردار کی اہمیت نصاب سے بڑھ کر ہے، کیونکہ بداخلاق اور غیر ذمہ دار استاد طلبہ کی فکری، اخلاقی اور تعلیمی نشو و نما پر منفی اثرات مرتب کر سکتا ہے۔

چہارم: عصرِ حاضر میں مادی ذہنیت نے اس مقدس رشتے کو کاروباری تعلق میں بدل دیا ہے جس کے مؤثر حل کے لیے اسلامی تعلیمات، اخلاصِ نیت اور اخلاقی اقدار کی تجدید ناگزیر ہے۔

پنجم: وائگوٹسکی، ثورنڈائک، فریئرے اور پامر جیسے جدید ماہرینِ نفسیات کے نظریات اس بات پر متفق ہیں کہ احترام و اعتماد کا تعلق ہی تعلیمی کامیابی کی بنیاد ہے جو اسلامی تعلیمات کی آفاقیت کا ثبوت ہے۔

زیرِ نظر مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ تعلیم صرف علم کی منتقلی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک بنیادی رشتے کا نام ہے جو معلم اور متعلم کے مابین نرم روی، مہربانی، شفقت اور اخلاقِ حسنہ کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اسلام نے علم کو انسانی شخصیت کی تعمیر، اخلاقی ارتقا اور معاشرتی اصلاح کا بنیادی ذریعہ قرار دیا اور معلم کو انبیاء کا جانشین ٹھہرایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے پتہ چلتا ہے کہ سخت اور جاہل معاشرے کو بھی نرمی اور شفقت سے بدلا جا سکتا ہے۔ معلم کا روحانی مقام اسی وقت قائم رہتا ہے جب وہ تکبر سے بچے، غصے پر قابو رکھے، عفو و درگزر کو اپنا شعار بنائے اور طلبہ سے شفقت و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اسلافِ کرام کا درخشاں نمونہ بھی یہی بتاتا ہے کہ شاگردوں کی عظمت کے پیچھے ہمیشہ استاد کی محبت اور نرم روی پوشیدہ ہوتی ہے۔ آج کے دور میں تعلیمی نظام میں اخلاقی اور تربیتی اقدار کے فروغ کے لیے اسوۂ نبویؐ کو سامنے رکھ کر نرم روی، شفقت اور حسنِ اخلاق کو تعلیمی عمل کی بنیادی روح بنانا ناگزیر ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] آل عمران: ۱۵۹:۳۔

[2] العلق 96:1-5۔

[3] سنن ابن ماجہ، أبواب كتاب العلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حدیث: ۲۲۴

[4] علامہ برہان الدین الزرنوجی، تعلیم المتعلم طریق التعلم، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۴۳۔

[5] ایضاً، ص ۴۱۔

[6] ایضاً، ص ۴۰۔

[7] مجیب الرحمن عتیق ندوی، معلم انسانیت کا نظام تعلیم و تربیت، نعمانی پرنٹنگ پریس لکھنؤ بھارت، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۔

[8] ایضًا، ص ۲۸۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue **No:** 04 (2025)

[9] سنن ابن ماجہ، **أبواب كتاب العلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم**، حدیث:۲۲۳۔

[10] مولانا جمال الدین، اصلاح معاشرہ، مرکز الدعوۃ الاسلامیہ اوکاڑہ، ۲۰۱۸ء، ص۴۳۔

[11] سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا، حدیث:۳۱۳، ج۱، ص۱۹۹۔

[12] امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ الرحمہ، احیاء العلوم، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ج۱، ص۲۴۱۔

[13] ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ، مسلمان استاد، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور، ۲۰۱۶ء، ص۳۰-۳۱۔

[14] اساتذہ نگہت ہاشمی، عظیم معلم انسانیت، النور پبلکیشنز لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۲۲

[15] الفتح:۴۸:۲۹

[16] اساتذہ نگہت ہاشمی، عظیم معلم انسانیت، ص۲۳

[17] الاحزاب:۳۳:۲۱

[18] استاد: ملت کا محافظ، ص۲۵۔

[19] ایضاً، ص۳۵۔

[20] ایضاً، ص۳۶-۳۷۔

[21] مولانا جمال الدین، اصلاح معاشرہ، ص۴۹-۵۰۔

[22] الحجرات:۴۹:۴,۵۔

[23] امام غزالی، احیاء العلوم، ج۱، ص۲۲۴۔

[24] محمد مبشر نذیر، اپنی شخصیت اور کردار بھی تعمیر کیسے کی جائے؟، مجلس التحقیق الاسلامی، محدث لائبریری، ۲۰۲۰ء، ص۲۳۔

[25] آل عمران:۳:۱۳۴۔

[26] الحجرات:۴۹:۱۱۔

[27] النساء:۴:۱۴۸۔

[28] سنن ترمذی، **كتاب البر والصلة، باب ماجاء فى اللعنة**، حدیث:۱۹۷۷-۔

[29] صحیح مسلم، **كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة**، حدیث:۲۳۳۵۔

[30] البقرہ:۲:۲۳۷۔

[31] الشوریٰ:۴۲:۳۷۔

[32] ایضاً، ص۴۳۔

[33] بنی اسرائیل:۱۷:۳۷۔

[34] سنن ابی داود، **كتاب اللباس، باب ماجاء فى الكبر**، حدیث:۴۰۹۱۔

[35] امام غزالی، احیاء العلوم، ج۱، ص۲۴۴۔

[36] الامام بدر الدین جامعہ الکنانی، درس وتدریس کے آداب، بیت العلوم لاہور، ۲۰۱۳ء، ص۳۳۔

[37] ایضًا، ص۴۰۔

[38] ایضًا، ص۴۳۔

[39] محمد مبشر نذیر، اپنی شخصیت اور کردار کی تعمیر کیسے کی جائے؟، ص۴۲۔

[40] احمد خلیل جمعہ، اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی، بیت العلوم لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۲۲۔

[41] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، حدیث: ٦٧٥٥۔

[42] محمد انور محمد قاسم سلفی، اولاد کی اسلامی تربیت، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۲۹۔

[43] مفتی عبد اللطیف قاسمی، اساتذہ کا کردار، ص ۳۰

[44] مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی نظام تعلیم، اسلامک پبلکیشنز لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۲۹۔

[45] ایضاً، ص ۲۲۔

[46] الصف: ۳، ۲: ۶۱.

[47] العلق: ۱: ۹۶۔

[48] مفتی عبد اللطیف قاسمی، اساتذہ کا کردار، ص ۲۵۔

[49] ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ، مسلمان استاد، ص ۳۵۔

[50] امام غزالی، احیاء العلوم، ج ۱، ص ۲۴۵۔

[51] مجیب الرحمن عتیق ندوی، معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت، نعمانی پرنٹنگ پریس لکھنؤ بھارت، ۲۰۱۷ء، ص ۲۱۔

[52] Seifert, Kelvin and Rosemary Sutton. Educational Psychology. Second Edition. Zurich: The Global Text Project, 2009, pp. 35-36.

[53] Thorndike, Edward L. Educational Psychology: The Original Nature of Man. Vol. 1. New York: Teachers College, Columbia University, 1913, pp. 1, 3.

[54] Freire, Paulo. Pedagogy of the Oppressed. Translated by Myra Bergman Ramos. New York: Herder and Herder, 1970, p. 34.

[55] Palmer, Parker J. The Courage to Teach: Exploring the Inner Landscape of a Teacher's Life. San Francisco: Jossey-Bass, 1998, p. 21.

[56] مولانا جمال الدین، اصلاح معاشرہ، ص ۴۵۔

[57] سنن ابی داود، کتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، حدیث: ۳٦۴۱۔